گوشۂ فقہاء

فقیہِ ہند مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

محمد اسحاق بھٹی

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی برصغیر پاک و ہند کے آسمانِ علم و فضل کے درخشندہ ستارے تھے۔ انہوں نے مسندِ تدریس تو عہدِ جہانگیری ہی میں آراستہ کر لی تھی لیکن شہرت و ناموری کی منزلیں عہدِ شاہ جہانی میں طے کیں۔ ان کی تصنیفات کو عالمِ اسلامی میں نہایت قدر و اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ساڑھے تین سو سال کا طویل عہد گزر جانے کے باوجود ان کی فضیلت وعظمت کا جھنڈا آج بھی پوری شان و شوکت کے ساتھ علمی دنیا میں لہرا رہا ہے۔

ولادت:

مولانا ممدوح ۹۸۸ھ کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ عہدِ عالمگیری کے معروف مؤرخ بختاور خان (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے مرأۃ العالم میں ان کی تاریخ ولادت لفظ حفظ میں بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''تاریخ تولدش لفظ حفظ گفتہ اند۔'' (۸/ح ۸۰/ف ۹۰۰/ظ) بعض لوگوں نے ۹۶۸ھ بھی تحریر کی ہے، جسے بختاور خاں کے مقابلے میں صحیح نہیں ٹھہرایا جا سکتا، کیونکہ بختاور خاں مولانا سیالکوٹی کے فرزند مولانا عبداللہ لبیب کے ہم عصر تھے اور ان کو نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ظاہر ہے، انہوں نے مولانا سیالکوٹی کی زندگی سے متعلق معلومات خود مولانا عبداللہ لبیب سے حاصل کی ہوں گی، جنہیں بہرحال صحیح اور مستند مانا جائے گا۔ مولانا کے والد کا نام شمس الدین تھا، جیسا کہ عام طور پر وہ اپنی تصنیفات کے شروع میں ان الفاظ میں اس کا ذکر کرتے ہیں:

فیقول العبد المسکین عبدالحکیم بن شمس الدین.

حصولِ علم:

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے مولانا کمال الدین کشمیری سے اخذ علم کیا۔ مولانا کمال الدین کا سلسلۂ درس پہلے کشمیر میں جاری تھا۔ بعد کو سیالکوٹ منتقل ہو گئے، اور اسی شہر کو اپنا مرکزِ درس و افادہ قرار دے لیا تھا۔ مولانا کمال الدین اپنے عصر کے جید اور فحول علماء میں سے تھے، پیکرِ زہد و تقویٰ اور

عالمِ باعمل تھے۔ علومِ عقلیہ و نقلیہ پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ مولانا کمال الدین کے زمانے میں کشمیر کا گورنر حسین نامی ایک شخص تھا۔ ۹۷۱ھ میں وہ کسی وجہ سے حسین سے ناراض ہو کر سیالکوٹ آ گئے تھے۔ طویل عرصہ تک وہاں تدریس و تعلیم میں مصروف رہے۔ باشندگانِ لاہور کو بھی ان کی تدریس سے بہرہ اندوز ہونے کے مواقع میسر آئے اور یہاں بے شمار تشنگانِ علوم نے ان سے استفادہ کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے بھی ان سے تحصیل کی اور علامہ سعداللہ خاں نے بھی، جو بعد میں شاہ جہاں کے وزیر مقرر ہوئے، ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا کمال الدین نے ۱۰۱۷ھ کو لاہور میں وفات پائی۔ ان کے ایک بھائی مولانا جمال الدین کشمیری تھے، وہ بھی وقت کے صاحبِ علم اور صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔

تذکرہ نگاروں نے اگرچہ مولانا کمال الدین کشمیری کے علاوہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے کسی اور استاذ کا ذکر نہیں کیا، تاہم بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دیگر اساتذہ سے بھی اخذِ علم کیا تھا۔ چنانچہ سید احمد قادری نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تلامذہِ حدیث کے ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ انسان العین کے حوالے سے لکھا ہے کہ غالباً مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تلمیذ تھے۔ (۱)

شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف ''انسان العین فی مشائخ الحرمین'' میں اپنے ان بعض اساتذہ کا ذکر کیا ہے، جن سے انہوں نے اسنادِ حدیث حاصل کیں، ان میں شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکروی المدنی بھی شامل ہیں، ان کے حالات لکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

> خرقہ و اجازت از بزرگانِ بسیار گرفت...... ازاں جملہ شیخ عبداللہ لاہوری، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی ازوے روایت کند۔ عن شیخ عبداللہ اللبیب عن مولانا عبدالحکیم، و کتب شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھمیں واسطہ از مولانا عبدالحکیم روایت کندوو ے از شیخ عبدالحق اجازۃً وروایۃً۔ (۲)

شاہ ولی اللہ صاحب کے اس بیان سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا، وہاں یہ حقیقت بھی منقح ہو جاتی ہے کہ

۱۔ تذکرہ شیخ عبدالحق محدث، ص ۱۵۸۔

۲۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۱۹۸، ۱۹۹۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

خود شاہ صاحب بھی مولانا سیالکوٹی کے شجرۂ نسبِ علمی میں شامل ہیں۔ یعنی ان کی سند علمی اس طرح ہوگی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے شیخ ابو طاہر محمد سے، انہوں نے شیخ عبداللہ لاہوری سے، انہوں نے شیخ عبداللہ لبیب سے اور انہوں نے مولانا بدالحکیم سیالکوٹی سے تحصیل کی۔

مسندِ درس و تدریس:

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولانا سیالکوٹی نے لاہور میں مسندِ درس کو رونق بخشی اور ان کی علمی شہرت دور دراز کے علاقوں تک پہنچی، جس سے متاثر ہو کر کثیر تعداد میں علماء و طلباء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہونے لگے۔ لالہ سبحان رائے بٹالوی ان کے فیضانِ علم کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

> وطلبۂ علم از ممالکِ دور و نزدیک در مدرسۂ متبرکۂ ایشاں رسیدہ فیض یاب شدند۔ (۳)
>
> یعنی طلبائے علم دور و نزدیک کے ممالک سے ان (مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) کے مدرسہ مبارکہ میں پہنچے اور دولتِ علم سے فیض یاب ہوتے تھے۔

لاہور کے جس مدرسے میں مولانا نے درس و افادہ کا آغاز کیا، یہ وہی مدرسہ تھا جو مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر نے قائم کیا تھا اور یہ اس زمانے کا عظیم الشان مدرسہ تھا، اس میں مولانا موصوف کا تقرر سرکاری طور پر عمل میں لایا گیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اسی مدرسے کے دورِ تدریس میں وہ ''فاضل لاہوری'' کے عظیم لقب سے ملقب ہوئے۔ (۴) سلم العلوم کے نامور شارح ملا حمداللہ، ان کا قول پیش کرتے وقت انہیں، قال الفاضل اللاھوری، کے پرشکوہ الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔ اس مدرسے میں وہ خاصی مدت تک مصروف تدریس رہے اور اس اثناء میں ان سے متعدد علماء و طلباء نے استفادہ کیا۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹ کے اس مدرسے کی مسندِ تدریس پر بھی فائز رہے، جس میں ان کے مرحوم استاذ مولانا کمال الدین طلباء کو مستفید کرتے رہے تھے۔ مولانا کشمیری کی وہ مسجد جو اُن کی عظیم دینی درس گاہ تھی، اب بھی سیالکوٹ میں موجود ہے، اور ان کے لائق شاگرد مولانا عبدالحکیم کے مدرسے کے کچھ آثار بھی ہنوز باقی ہیں۔

۳۔ خلاصۃ التواریخ، ص۴۷۔ ۴۔ ملاحظہ ہو روضۃ الادبا، ص۱۴۳۔

ایک زمانے میں مولانا سیالکوٹی کو اکبر آباد (آگرہ) کے اس سرکاری مدرسے میں مدرسِ اعلیٰ کی حیثیت سے بھیجا گیا تھا، جس کی بنیاد جلال الدین اکبر نے رکھی تھی۔ اس مدرسے میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور مشہور شاعر قدسی ایک ہی وقت میں فرائض درس و تدریس انجام دیتے تھے۔(۵)

عہدِ جہاں گیری میں:

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی علمی شہرت اگرچہ عہدِ جہانگیری میں بھی حلقۂ اہلِ علم میں کافی پھیل گئی تھی، مگر اس کا دائرہ محدود تھا، کیونکہ اس زمانے میں مولانا عزلت و انزوا کی زندگی بسر کر رہے تھے اور خاموشی سے خدمتِ علم میں مصروف تھے۔ جہانگیر کے عہد میں ان کا اسمِ گرامی اس عصر کے فضلا میں تو شامل تھا، جیسا کہ "اقبال نامہ جہانگیری" میں ان کا نام "ذکر فضلا کہ معاصر زمان اشرف بودند" کی ذیل میں درج ہے، لیکن دارالسلطنت سے دور، سیالکوٹ میں اقامت گزین ہونے کی وجہ سے بادشاہ ان کے مرتبۂ علم سے واقف نہ تھا۔ اس کی شہادت عبدالحمید لاہوری کے ان الفاظ سے ملتی ہے:

> در ایامِ سعادت فرجام حضرت جنت مکانی بضروریاتِ معیشت در ساختہ عزلت گزین بود۔(۶)
>
> یعنی سلطان جہانگیر جنت مکانی کے عہدِ حکومت میں وہ اپنی معاشی ضرورتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے عزلت گزین ہی رہے۔

فرحت الناظرین میں محمد اسلم پسروری نے بھی یہی لکھا ہے کہ جنت مکانی جہانگیر کے زمانے میں مولانا عبدالحکیم معاشی لحاظ سے قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

> در ایام جنت مکانی بکم و بیش ساختہ بقاعت می گزرانید۔(۷)

عہدِ شاہ جہان میں:

ہندوستان کے تختِ حکومت پر شاہ جہاں متمکن ہوا تو مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی قدر و منزلت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ وہ کئی مرتبہ دہلی گئے، بارہا دربارِ شاہی میں پہنچے اور ہر مرتبہ گراں قدر

۵۔ رودِ کوثر، ص ۳۹۱۔ ۶۔ بادشاہ نامہ، ج ۱، حصہ ۲، ص ۳۴۱۔

۷۔ فرحت الناظرین، ص ۷۳۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

عطایا و ہدایا سے سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں ان کی اس درجہ قدر و منزلت کرتا تھا اور اس کے عہد میں ان کو اتنا عروج حاصل تھا کہ اس نے دو مرتبہ ان کو سونے اور چاندی سے تلوایا اور دونوں مرتبہ چھ چھ ہزار روپے کے برابر ان کا وزن ہوا، اور بادشاہ نے یہ ساری رقم مولانا کی نذر کر دی۔ اس نے مولانا کے وطن سیالکوٹ میں کئی دیہات بھی بطور جاگیر ان کی خدمت میں پیش کئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہایت اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرنے لگے اور معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ وہ اپنے زمانے کے واحد عالمِ دین تھے جنہیں بادشاہ کی جانب سے ایک لاکھ روپے سالانہ ملتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو رفعتِ شان اور منفرد مقام اللہ کے فضل سے ان کو حاصل ہوا، سرزمین ہند میں اور کسی عالم دین کو اُس دور میں حاصل نہیں ہوا۔

> **لم يبلغ احد من علماء الهند في وقته ما بلغ من الشأن والرفعة ولا انتهى واحد منهم الى ما انتهى اليه جميع الفضائل عن يد و حاز العلوم وانفرد . (۸)**
>
> علمائے ہند میں جس شان و رفعت کو وہ (مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) پہنچے، ان کے عصر میں دوسرا کوئی نہیں پہنچا اور جن فضائل سے وہ متمتع ہوئے، اور کوئی شخص نہیں ہوا۔ انہوں نے علوم کو سمیٹ لیا اور اس میں انفرادیت حاصل کی۔

محمد صالح کنبو نے بھی ان کے علم و فضل اور وسعت معلومات کی بے حد تعریف کی ہے اور شاہ جہانی دور میں ان کو جس عزو شرف کا مستحق گردانا گیا، اس کا شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔(۹)

وسعتِ علم و فضل اور قبولیتِ عامہ:

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی وسعتِ علم کے تمام متقدمین و متاخرین تذکرہ نویس معترف ہیں اور ان کی فضیلت و عظمت اور تحقیق و کاوش کا واضح الفاظ میں اقرار کرتے ہیں۔ متقدمین مؤرخین میں سے بعض کے اقتباسات اختصار کے ساتھ پہلے دیئے جا چکے ہیں۔ متاخرین میں سے میر سید

۸۔ خلاصۃ الاثر، ج ۲، ص ۳۱۸۔

۹۔ تفصیل کیلئے دیکھئے: عمل صالح الموسوم بہ شاہجہان نامہ، ج ۳، ص ۲۹۴، ۲۹۵۔

غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

علامۂ زماں و افتخارِ زمانیاں است۔ الحق در جمیع فنونِ درسی، مثل او از زمینِ ہند بر نہ خاست۔ آثارِ دانش بایں کیفیت و کمیت وحسن قبول بر صحفۂ روزگار نہ گزاشت۔ (۱۰)

وہ (مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) علامۂ زمان اور فخرِ اہل زمان ہیں۔ بلاشبہ تمام اصنافِ علومِ درسیہ میں انہیں جو دسترس حاصل تھی، اس میں سرزمینِ ہند میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ ان کے فکر و دانش کی کیفیت و کمیت اور دنیا میں حسنِ قبول کے اعتبار سے کوئی ان کا ثانی نہیں گزرا۔

آزاد بلگرامی آگے چل کر ان کی علمی فیض رسانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وعرصۂ جہان رابہ لوامع فیض مملو ساختہ۔ (۱۱)

انہوں نے خطۂ ارض کو اپنے فیضِ علم وفضل کی ضیاپاشی سے بھر دیا۔

جب شاہ جہاں نے انہیں نقد روپے اور کئی گاؤں بطور جاگیر عطا کئے تو ان کی فکرِ معاش کا مسئلہ ختم ہو گیا اور وہ اطمینانِ قلب اور سکونِ ذہن سے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں منہمک ہو گئے۔ آزاد بلگرامی اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ملا بہ حضورِ خاطر وفراغ مال در وطنِ مالوف اقامت داشت وتخم علم وفضل در سرزمین سینہ ہا وسفینہ ہا می کاشت۔ تصانیف اور در بلادِ عرب وعجم سائر و دائر است۔ (۱۲)

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے مالی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے دل کے کامل سکون کے ساتھ اپنے وطنِ مالوف سیالکوٹ میں اقامت اختیار کر لی اور لوگوں کے قلب ونظر کی زمین میں علم وفضل کی تخم ریزی میں مصروف ہو گئے۔ ان کی تصانیف بلادِ عرب وعجم میں متداول ومتعارف ہیں۔

اس کا ثبوت حافظ عبدالرحمٰن امرتسری کے ان الفاظ سے بھی ملتا ہے، جو انہوں نے اپنے

۱۰۔ مآثر الکرام، دفتر اوّل، ص ۱۹۳۔ ۱۱۔ مآثر الکرام دفتر اول، ص ۱۹۳۔

۱۲۔ ایضاً۔

سفر نامہ میں تحریر کئے ہیں:

”عراق، شام اور استنبول کی متعدد درس گاہوں میں، مجھے آپ کی تصانیف، داخلِ درس دیکھنے کا موقع ملا۔ ہندوستان سے باہر بلادِ اسلامیہ میں علمی حیثیت سے جو شہرت مولوی عبدالحکیم صاحب کو حاصل ہوئی، اُسے کوئی مصنف حاصل نہیں کر سکا۔“ (۱۳)

مولوی رحمان علی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علامۂ زمان سرآمد ... ن خود۔ (۱۴)

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، علامۂ عصر اور اپنے معاصرین میں سب سے فائق تر تھے۔

مولانا عبدالحیٔ حسنی لکھنوی فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، اپنے استاذ مولانا کمال الدین کشمیری کے فیضِ صحبت سے علم و فضل کے اونچے مرتبے کو پہنچ گئے تھے:

و صار عجبا فی استحضار المسائل و قوة العارضة و كثرة الدرس و الافادة. (۱۵)

انہوں نے استحضارِ مسائل، قوتِ بحث اور کثرتِ درس و افادہ میں بہترین مقام حاصل کر لیا تھا۔

وہ مزید فرماتے ہیں کہ مولانا سیالکوٹی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے اور ان کی تصنیفات کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی:

و يدرس و يصنف و تصانيفه كلها مقبولة عند العلماء محبوبة اليهم و لا سيما عند علماء بلاد الروم يتنافسون فيها وهی جديرة بذلک. (۱۶)

مولانا عبدالحکیم فرائض تدریس انجام دیتے اور مصروفِ تصنیف رہتے تھے اور ان کی تمام تصانیف حلقۂ علماء میں مقبول ہیں اور وہ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، بالخصوص بلادِ روم سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام ان کی

۱۳۔ سیاحت نامہ، ص ۵۹۔ ۱۴۔ تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۱۰۔

۱۵۔ نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۲۱۰۔ ۱۶۔ نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۲۱۱۔

☆ الضرورات تبيح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں ☆

تصانیف سے ایک دوسرے سے بڑھ کر رغبت رکھتے ہیں۔ اور یہ تصانیف اس قدر افزائی کی مستحق بھی ہیں۔

بہر حال اپنے عہد کے علمائے عظام میں مولانا سیالکوٹی بڑے بلند مرتبے کے حامل تھے۔ اہم فقہی مسائل سے متعلق تمام ہندوستان میں ان کا فتویٰ جاری تھا اور کوئی اس سے جرأتِ انکار نہیں کر سکتا تھا، حتیٰ کہ بادشاہِ ہند اور اعمالِ حکومت بھی ان کے فرمانِ شرعی سے انحراف نہ کرتے تھے۔

مفتی غلام سرور لاہوری اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

علمائے ہند را بر قول و فعل وے جائے اعتراض و حکامِ عہد را از حکمِ شرع کہ بفتویٰ وے جاری شدے، جائے انکار و اعتراض نبودے۔ (۱۷)

ہندوستان کے علماء کو ان کے قول و فعل پر مجال اعتراض نہ تھی اور حکامِ وقت کو ان کے صادر کردہ حکمِ شرعی سے جو بصورتِ فتویٰ جاری کیا جاتا، انکار و اعراض کی گنجائش نہ تھی۔

محمد بن فضل اللہ محبی کا کہنا ہے کہ سلطانِ ہند شاہ جہان انہی کے مشورے سے احکام درباری جاری کرتا تھا۔

كان رئيس العلماء عند سلطان الهند خرم شاه جهان، لا يصدر الا عن راية. (۱۸)

فرماں روائے ہند سلطان خرم شاہ جہان ان کو علماء کا سربراہ قرار دیتا تھا اور ہر حکم ان کی رائے سے جاری کرتا تھا۔

اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے جو "سٹڈیز ان دی ہسٹری آف گجرات" کے حوالے سے ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے "ہسٹری آف مسلم سولیزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان" میں نقل کیا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے گجرات کے زمانۂ گورنری میں احمد آباد کے ایک ناجائز تعمیر کردہ جین مندر کو گرا کر مسجد بنانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن جب دارا شکوہ گجرات کا گورنر بنا تو اس نے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے فتوے کے مطابق شاہ جہان کے حکم سے یہ عمارت دوبارہ بحیثیت مندر واگزار کر دی۔ (۱۹)

۱۷۔ خزینۃ الاصفیا، ص ۹۸۴، ۹۸۵۔ ۱۸۔ خلاصۃ الاثر، ج ۲، ص ۳۱۹۔

۱۹۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ "ثقافت" (لاہور)، بابت اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۷۔

اس فتوے سے مولانا سیالکوٹی کی رواداری، وسعتِ علم اور وسعتِ فکر ونظر کا پتا چلتا ہے۔

مجدد الف ثانی سے تعلقِ خاطر:

مولانا سیالکوٹی اپنے ہم عصر علماء اور صوفیاء کے پاس جاتے اور ان میں سے بعض کے ساتھ گہرے اور مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے، جن میں ایک حضرت مجدد الف ثانی تھے۔ دونوں بزرگ ملا کمال الدین کشمیری کے شاگرد تھے اور ایک دوسرے کے علم وفضل کی وسعتوں کو جانتے اور تدین وتقویٰ کی حدود کو خوب سمجھتے تھے۔ مولانا سیالکوٹی کے بارے میں تذکروں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ وہ مجدد صاحب سے ملاقات کے لئے سرہند جایا کرتے تھے اور ان کے حلقۂ ارادت وبیعت میں شامل تھے۔ ان کے لئے ''مجدد الف ثانی'' کا لفظ سب سے پہلے مولانا سیالکوٹی ہی نے استعمال کیا تھا۔ ایک مرتبہ تو وہ کئی دن سرہند میں مقیم رہے اور مجدد صاحب نے ان کو ''آفتابِ پنجاب'' کا لقب عطا کیا۔ ان دونوں کے مخلصانہ مراسم کے بارے میں بہت سے واقعات متعدد تذکروں میں مندرج ہیں۔

حضرت میاں میر سے ملاقات:

لاہور کے مشہور صوفی بزرگ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی آمدورفت تھی اور ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک ملاقات کا واقعہ پروفیسر امین اللہ وثیر نے داراشکوہ کی سکینۃ الاولیاء کے حوالے سے ماہنامہ ''ثقافت'' (لاہور) میں بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز جہانگیر حضرت میاں میر صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مولانا سیالکوٹی بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت میاں میر نے بادشاہ کو خدا تک پہنچنے کے طریقے بتانا شروع کئے اور کہا کہ یہ وصل الی اللہ دو طریق سے ممکن ہے۔ اول جذب جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یک بارگی بندے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ دوسرا سلوک، جو ریاضت، مجاہدہ اور کسی بزرگ کا دامن تھامنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ راہِ سلوک کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ جب سالک پر عالم ملکوت کا کشف ہوجاتا ہے تو اس کا پیر اُسے جنگلوں اور ویران جگہوں میں بھیج دیتا ہے تاکہ وہ تنہائی میں یادِ الٰہی میں مصروف رہے، اور یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ قربِ حق کے حصول کے لئے مخلوق سے کنارہ کشی ضروری ہے۔ مولانا عبدالحکیم نے، جو ایک عالم باعمل تھے اور یہ جانتے تھے کہ بادشاہ

حضرت میاں میر کا بہت معتقد ہے اور مجلس میں موجود ہے، اس موقعے پر خاموشی اختیار کرنا مناسب نہ سمجھا اور کہا: حضرت! آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اگر یہ صحیح ہے تو یہ عین رہبانیت کی تعلیم ہے، اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مولانا نے جنگلوں کی تنہائی میں جا کر ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جانے پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا کہ اس سے نماز باجماعت فوت ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک بنیادی سنت نبوی کا ترک لازم آتا ہے۔ (۲۰)

تصنیفات وحواشی:

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کی ایک معروف تصنیف الدرة الثمينه ہے۔ باقی مختلف مضامین پر مشتمل اہم درسی کتابوں پر حواشی ہیں، جو اپنی جگہ نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور حلقۂ علماء وطلباء میں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے نزدیک ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی (۲) حاشیہ مقدماتِ تلویح (۳) حاشیہ مطول (۴) حاشیہ شریفیہ (۵) حاشیہ شرح مواقف (۶) حاشیہ شرح عقائد تفتازانی (۷) حاشیہ خاشیۂ خیالی، (۸) حاشیہ شرح شمسہ (۹) حاشیہ حاشیہ عبدالغفور (۱۰) تکملہ حاشیہ عبدالغفور (۱۱) حاشیہ شرح مطالع (۱۲) حاشیہ شرح عقائد ملا جلال دوانی (۱۳) حواشی درکنار شرح حکمت العین (۱۴) حواشی درکنار شرح ہدایۃ الحکمہ (۱۵) حواشی درکنار مراح الارواح (۱۶) درۂ ثمنیہ دراثبات واجب تعالیٰ۔

وفات:

مولانا عبدالحکیم نے ۱۶/ ربیع الاوّل ۱۰۶۷ھ کو وفات پائی اور سیالکوٹ میں مدفون ہوئے۔ (۲۱)

۲۰۔ "ثقافت" (لاہور) بابت اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۱۰۔

۲۱۔ قضاء الارب من ذکر علماء النحو والارب۔ ص ۱۹۸، ۱۹۹۔